علم اصول فقہ اور اس کا ارتقاء

ڈاکٹر تاج محمد

اصول فقہ ایک نہایت عظیم المنفعت اور جلیل القدر علم ہے۔ دیگر علوم پر اس کی برتری کے ثبوت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ علم احکامِ شرعیہ کا منبع اور فروعی معاملات جن سے مکلفین کی معاد و معاش کی اصلاح وابستہ ہے کے بارے میں صادر کئے جانے والے فتاویٰ کا معیار ہے، بایں طور پر بھی کہ اجتہاد کا دارومدار اسی پر ہے۔ نیز فقہ کی عظیم الشان اور بلند قامت عمارت کی بنیادیں اسی پر قائم ہیں۔ اصولِ فقہ کی اہمیت کے متعلق علامہ ابن خلدون کی رائے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں علومِ شرعیہ میں اصولِ فقہ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ یہ اپنے اندر بڑے فائدے رکھتا ہے۔ یہ علم ادلۂ شرعیہ میں غور و فکر کے قواعد بتاتا ہے جن سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے۔(۱)

اصول فقہ کی اہمیت کے متعلق اس مختصر تمہید کے بعد اس دقیق اور وقیع علم کے مفہوم و ماہیت کا ذکر بھی بے جا نہ ہوگا۔

تعریف:

اصولِ فقہ کی تعریف اصولیین نے دو طرح سے کی ہے۔ ایک باعتبار مرکب اضافی اور دوسری باعتبار علم و لقب جو اس فن سے مخصوص ہے۔ "اصول الفقہ" دو علیحدہ علیحدہ کلمات "اصول" اور "فقہ" سے مرکب ہے۔ چونکہ ہر مرکب کے فہم و ادراک کا انحصار اس کے اجزائے ترکیبی کے فہم پر ہے، اس لئے اس کے اجزاء کے معانی و مطالب کا ایک سرسری جائزہ لینا ضروری ہے۔

اصول:

اصل کی جمع ہے جس کا لفظی معنی ہے "ما یبتنی علیه غیره" (۲) یعنی جس پر کسی غیر کی بناء ہو، خواہ وہ بناء حسی ہو جیسے دیواروں پر چھت کا قیام یا بناء عقلی ہو جیسے کسی دلیل پر حکم جاری کرنا۔

اصطلاحی اعتبار سے اصل کے کئی معانی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

ا۔ اصل بمعنی دلیل: کہا جاتا ہے کہ اس مسئلے میں اصل "کتاب و سنت" ہے۔ یعنی اس کی دلیل

☆ لا اجتهاد عند ظهور النص ☆ نص کی موجودگی میں اجتهاد جائز نہیں ☆

کتاب وسنت ہے۔ اسی سے اصول فقہ کا جزءاول ماخوذ ہے اور مراد ہیں فقہ کے ادلہ۔

۲۔ اصل بمعنی راجح: کہا جاتا ہے کہ اس کلام میں اصل ''حقیقت'' ہے نہ کہ ''مجاز''

۳۔ قاعدہ مستمرہ: جیسے مضطر کے لئے مردار اصل یعنی مروجہ قاعدہ کے برخلاف مباح ہے۔

۴۔ اصل بمعنی مقابل فرع: قیاس میں مذکور اختلاف میں اصل کی تفسیر بیان کرنا۔ جیسے "اصل النبیذ الخمر" یعنی نبیذ کی جڑ شراب ہے۔ (۳)

۵۔ اصل بمعنی استصحاب: کسی امر ثابت بالدلیل کے حکم کو برقرار رکھنے کے لئے اصل کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً تہمت زدہ شخص کے حق میں کہا جاتا ہے کہ اصل میں انسان ہر تہمت سے بری الذمہ ہے تاوقتیکہ دعویٰ تہمت کو دلیل سے ثابت نہیں کر دیا جاتا۔ (۴)

اصولیین نے اصل کو دلیل کے معنی میں لیا ہے۔ علامہ محب اللہ بہاری لکھتے ہیں: **لفظ الاصل اذا اضیف الی العلم فالمراد منه دلیله۔ (۵)**

یعنی لفظ اصل جب کسی علم کی طرف مضاف ہو تو اس سے دلیل مراد ہوتی ہے۔

الفقہ:

فقہ کا لغوی معنی کسی شئی کو جاننا اور سمجھ لینا ہے، لیکن قرآنِ کریم میں اس کے استعمالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معنی مطلق جاننا نہیں بلکہ دقیق ولطیف معانی کو سمجھنا اور متکلم کی مراد کو پالینا ہے۔ (۶) قرآنِ مجید نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کلمات دہرائے ہیں۔

''وقالوا یاشعیب ما نفقه کثیراً مما تقول''۔ (۷)

یعنی کہنے لگے اے شعیب تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ سے بالا ہیں۔

اہل زبان ہونے کے ناطے یہ تو بدیہی امر ہے کہ ظاہری معنی ومفہوم تو سمجھتے تھے مگر ان کے ذہن نارسا آپ کی تعلیمات کے دقیق فکری پہلوؤں، اسرار اور لطیف اشارات کے حقیقی فہم و ادراک سے قاصر تھے۔

ماہرین نے فقہ کی اصطلاحی تعریف حسب ذیل بیان کی ہے:

هو العلم بالاحکام الشرعیة العملیة المکتسبة من ادلتها التفصیلیة۔ (۸)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

شریعت کے ان عملی احکام کا علم فقہ کہلاتا ہے جن کا استنباط ادلہ تفصیلیہ سے کیا گیا ہو۔

مرکب اضافی کے اعتبار سے اصول فقہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

القواعد التي يتوصل بها. الى استنباط الاحكام الشرعية العملية من ادلتها التفصيلية۔ (۹)

اصول فقہ ان قواعد کا نام ہے جن کے ذریعے ادلۂ تفصیلہ کی روشنی میں ایک مجتہد شریعت کے عملی احکام کا استنباط کرتا ہے۔

جبکہ لقبی حوالے سے اصول فقہ کی حسب ذیل تعریفات بیان کی گئی ہیں:

علامہ ابن حاجب لکھتے ہیں:

"اما حده لقباً فالعلم بالقواعد التي يتوصل بها الى استنباط الاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية۔ (۱۰)

لقبی اعتبار سے اس (علم) کی تعریف یہ ہے کہ ان قواعد کے علم کو (اصول فقہ) کہا جاتا ہے جو ادلہ تفصیلیہ سے شریعت کے فروعی احکام کے استنباط تک پہنچاتے ہیں۔

علامہ شوکانی نے حسب ذیل تعریف بیان کی ہے:

هو العلم بالقواعد والادلة الاجمالية التي يتوصل بها الى استنباط الفقه۔ (۱۱)

اصول فقہ ان قواعد اور ادلہ اجمالیہ کا علم ہے جن کے ذریعے فقہی احکام کا استنباط ہوتا ہے۔

ان تعریفات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مرکب اضافی کے اعتبار سے ادلہ تفصیلیہ اور لقبی اعتبار سے ادلہ اجمالیہ کو اصول فقہ کہتے ہیں۔ نیز ادلہ تفصیلیہ سے مراد وہ فروعی جزئیات جن کا تعلق مکلفین کے ہر فعل کے لئے علیحدہ دلیل سے ہے مثلاً قرآنِ حکیم میں نماز کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اقیموا الصلوٰۃ" (نماز قائم کرو) کو دلیل جزی کہتے ہیں جب کہ وجوب صلوٰۃ کے لئے اجمالی دلیل یا اصول فقہ کا قاعدہ "الامر للوجوب" ہے۔

اصولیین ادلہ اجمالیہ سے بحث کرتے ہیں جبکہ ایک فقیہ ادلہ جزئیہ سے متعلق گفتگو کرتا ہے۔ فقہ اور اصول فقہ دونوں کی غرض و غایت ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ احکام شریعت تک رسائی ہو سکے۔ گو ''اصول'' میں رسائی کے مناہج اور طریق استنباط بیان کیا جاتا ہے اور ''فقہ'' میں ان مناہج کی روشنی میں عملی احکام مستنبط کئے جاتے ہیں تاکہ انسان شارع کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق اپنی زندگی گزار کر سرخرو اور عنداللہ ماجور ہو سکے۔

اصول فقہ کا ارتقاء:

قارئین کے ذہن کو بے جا طوالت کی الجھنوں سے بچانے کے لئے اصول فقہ کی تعریف، مفہوم و ماہیت کے تعین کے عمل میں اختصار کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس موقع پر اصول فقہ کی تاریخی حیثیت اور اس کے ارتقائی ادوار کا تذکرہ یقیناً اہل ذوق کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اصول فقہ کی کتب اور تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اصولِ فقہ کی تاریخ بھی وہیں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے فقہ کی ابتداء ہوتی ہے، ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ اصولِ فقہ کی تدوین فقہ کی تدوین کے بعد عمل میں لائی گئی۔ یعنی جب اصول فقہ کے قواعد وضوابط ابواب کی صورت میں منظر عام پر آئے تو عوام الناس میں یہ علم روشناس ہوا اور لوگوں کو یہ آگاہی ملی کہ یہ کس قدر منظم، مربوط اور اساسی نوعیت کا ایک باقاعدہ علم ہے۔ فقہائے کرام نے جن جن مسائل کا بھی استنباط کیا وہ انہی قواعد معینہ کا فیض تھا، تاہم ان کا معاملہ ایک ایسے مشاق و ماہر کاریگر کا تھا جس کی فکر ونظر کا ہر رخ اور زاویہ خود نپا تلا ہوتا تھا اور کچھ اس حد تک کہ فروغ صنعت کے لئے روایتی سانچوں کی اسے احتیاج ہی نہیں رہتی تھی۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

> لم تظهر الحاجة الى تدوينه اولا، ففى زمن النبى صلى الله عليه وسلم ما كانت هناک حاجة للكلام من قواعد هذا العلم فضلا من تدوينه۔ (۱۲)
>
> شروع میں تو کسی کو بھی اس علم کی تدوین کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی خود عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ان قواعد پر کلام کی گنجائش ہی نہ تھی چہ جائیکہ انہیں مدون کیا جاتا۔

عبدالوہاب خلاف لکھتے ہیں:

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابو داود وترمذی)

ونشاء ة احکام الفقه مع نشأة الاسلام، لأن الإسلام هو مجموعة من العقائد والاخلاق والاحکام العملية، وقد کانت هذه الاحکام العملية فی عهد الرسول مکونة من الاحکام التی وردت فی القرآن، ومن الاحکام التی صدرت من الرسول فتوی فی واقعة او قضاء فی خصومة او جوابا عن سوال، فکانت مجموعة الاحکام الفقهية فی طورها الاول مکونة عن احکام الله ورسوله۔(۱۳)

فقہی احکام کی ابتداء اسلام کے شروع سے ہی ہوگئی تھی، کیونکہ اسلام عقائد، اخلاق اور عملی احکام کا مجموعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مسعود میں یہ عملی احکام ان احکام سے صورت پذیر ہوتے تھے جو قرآن میں وارد ہوئے ہوتے۔ اسی طرح ان احکام سے بھی شکل پذیر ہوتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص واقعہ میں بطور فتویٰ یا کسی تنازع میں بطور فیصلہ یا کسی سوال کی صورت میں بطور جواب جاری و صادر فرمائے۔ اس لحاظ سے اپنے عہد اولین میں فقہی احکام دراصل اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے زیر اثر ہی پروان چڑھتے رہے۔

جو جو بھی احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صادر فرمائے، مسلمانوں کے لئے مسلمہ طور پر ایسی تشریعی اور قانونی حیثیت رکھتے ہیں جن کی اتباع امت پر واجب ہے۔ خواہ یہ وحی خفی ہوں یا اجتہاد، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں فتوحات کو وسعت ملی تو کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قاضی کے عہدے پر متمکن ہوئے اور اپنے فرائض منصبی کی بجاآوری کے دوران انہوں نے اپنے اپنے اجتہادات کی روشنی میں فیصلے صادر فرمائے۔ اس عمل کی اجازت انہیں بارگاہ رسالت ہی سے مرحمت ہوئی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کا حاکم بنا کر روانہ کیا تو ارشاد فرمایا تھا:

ان الله سيهدی قلبک ويثبت لسانک فاذا جلس بين يديک الخصمان فلا تقضين حتی تسمع من الآخر کما سمعت من الاول فانه احری ان يتبين لک القضاء۔(۱۴)

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

یقیناً اللہ تعالیٰ جلد تمہارے دل میں (اس منصب کے حوالے سے) آثار رہبری پیدا فرما دے گا اور تمہارے فیصلے میں قوت پیدا فرما دے گا، یہ بات ملحوظ رکھنا کہ جب بھی دو جھگڑنے والے تمہارے روبرو پیش ہوں تو اس وقت تک (تنازع کا) فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ تم فریق ثانی کی بات بھی اسی طرح توجہ سے نہ سن لو جس طرح فریق اول کی بات سنی تھی، یہی بات تمہارے لئے صحیح فیصلے کے لئے آثار ظاہر کردے گی۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان اسباب وعوامل کو جو کسی فیصلے کے وقت انسانی فہم وبصیرت پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، شریعت اسلامی میں اگر ایک طرف بے پناہ اہمیت حاصل ہے تو دوسری طرف اس امر میں بھی کسی کو سر مو مجال انکار نہیں ہوسکتی کہ درست اور نادرست کے مابین فرق کے لئے بہرحال انسانی عقل وخرد پر انحصار کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی مقرر فرما کر بھیجنا چاہا تو ان سے پوچھا:

کیف تقضی اذا عرض لک القضاء؟ قال اقضی بکتاب اللہ، قال فان لم تجد فی کتاب اللہ؟ قال فبسنة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ ولا فی کتاب اللہ؟ قال اجتهد برائی۔ (۱۵)

تمہیں اگر (دو فریقوں کے مابین) فیصلہ کرنا ہو تو کیسے کرو گے؟ جواب دیا کہ کتاب اللہ سے، پھر سوال کیا کہ اگر اس میں نہ پاؤ تو، عرض کیا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا: اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اپنے اجتہاد سے۔

تشریع اسلامی کے بنیادی مآخذ قرآن وسنت ہیں، اور یہ دونوں عربی لغت میں ہیں، صحابہ کرام اور تابعین کی زبان بھی عربی تھی، اس لئے انہیں کسی مسئلے کو سمجھنے میں ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گزارنے کے باعث مسائل کا کوئی گوشہ ان کی نظر سے اوجھل اور پوشیدہ نہیں تھا، قرآنِ کریم کی ہر آیت کے سبب نزول اور مقام و وقت نزول تک سے واقف تھے۔ اس کے علاوہ انہیں سند حدیث پر بھی غور وفکر کی چنداں ضرورت نہ تھی، اس

لئے کہ راویاں حدیث یا تو ان کے ہمعصر تھے یا قریب العصر، وہ ان کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ عباس متولی فتاویٰ صحابہ سے متعلق لکھتے ہیں:

"علماء نے فتاویٰ صحابہ کے متعلق کہا ہے کہ ان کے فتاویٰ صرف مسائل واقعیہ تک محدود تھے ان میں اقامت دلیل و برہان طرز کی کوئی علمی ملمع سازی نہیں ہوتی تھی۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہی تھی یعنی کہ انہیں زبان پر ملکہ حاصل تھا اور انہی میں بعضے تو وہ تھے جنہوں نے نزول قرآن کا زمانہ بھی پایا اور اس کے اسلوب بیان کو صاحب وحی کی سیرت وتعلیمات کی روشنی میں سیکھا اور سمجھا۔ اس طرح وہ وہبی ذہانت کے ساتھ ساتھ صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سلامت فکر اور طہارت باطنی کے بھی حامل تھے اور اسرار شریعت کے محرم بھی۔ اس لئے قرآن وسنت سے استفادۂ معانی اور استخراج احکام میں انہیں لغت یا کسی نئے بتائے ہوئے اصول یا قاعدے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔" (۱۶)

محمد یوسف موسیٰ نے اصولِ فقہ کے ارتقاء پر حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

لم یکن الصحابة والتابعون مهتمون بالعناوین والمصطلحات التی ظهرت بعدهم مثال الرأی والقیاس والاستحسان ولکنهم فی آرائهم وفتاویهم واقضیتهم کانوا یفزعون بلاریب الی الاجتهاد الذی اذن فیه الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم وذالک عند مالا یجدون فی الحادثة نصا من کتاب اللّٰہ او سنة رسول اللّٰہ۔ (۱۷)

صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں نہ تو کسی عنوان کا اہتمام کیا جاتا تھا اور نہ ہی ایسی فنی اصطلاحات وضع کی گئی تھیں جو کہ بعد میں منظرعام پر آئیں مثلاً رائے قیاس اور استحسان وغیرہ۔ اس کے بجائے ہر ایسے معاملے میں کہ جس میں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص دستیاب نہ ہوتی تو بغیر کسی تردد کے وہ اپنی آراء، فتاویٰ اور فیصلوں کے معاملے میں

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

اجتہاد کی طرف رجوع فرماتے تھے جس کی اجازت انہیں بارگاہ نبوی ہی سے مرحمت ہوئی تھی۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ صحابہ کرام کو استخراج احکام میں گو کہ لغوی اور علمی قواعد کی ضرورت نہ تھی تاہم ان کے طریقہ کار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ بھی استنباطِ احکام میں کچھ اصول ضرور سامنے رکھتے تھے اگرچہ یہ اصول وقواعد لفظی جامہ میں منظر عام پر نہیں آئے تھے بلکہ ان کے ملکۂ فطری اور سلامت فکر کا نتیجہ ہوتے تھے۔

شیخ محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں:

فان الفقهاء من بينهم كابن مسعود، وعلى بن ابى طالب وعمر بن الخطاب، ما كانوا يقولون اقوالهم من غير قيد ولا ضابطه، فاذا سمع السامع على بن ابى طالب يقول فى عقوبة الشارب، انه اذا شرب هذى، واذا هذى قذف، فيجب حد القذف يجد ذالک الامام الجليل ينهج منهاج الحكم بالمآل۔ (۱۸)

فقہاء صحابہ میں سے مثلاً عبداللہ بن مسعود حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کے اقوال حدود و قیود سے بھی خالی نہ ہوتے تھے، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شارب خمر پر حد قذف جاری کرنے کا فتویٰ دیا۔ اس میں ان کا طرزِ استدلال یہ تھا کہ جب شراب پئے گا تو یاوا گوئی کرے گا اور جب یاوا گوئی کرے گا تو زنا کی تہمت لگائے گا جب تہمت لگائے گا تو حد قذف لازم ہو جائے گی۔ اس طرح ہمیں معلوم ہوا کہ ایک جلیل القدر امام نے استنباط احکام کے معاملے میں اعتبار مآل کا منہاج طے فرما دیا۔

اس گفتگو سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ فقہی احکام کے اخذ و استنباط کی ابتداء عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی ہو گئی تھی اور بعد میں عہد صحابہ و تابعین تو ایسی امثلہ اور نظائر سے مملو ہیں کہ فقہ اور اصول فقہ کی ترقی وفروغ کا یہ شجر تو روز افزوں نمو پذیر رہا۔ تا آنکہ ایک گھنے سایہ دار تناور درخت کی صورت اختیار کر لیا۔ اگلے مقالہ میں انشاء اللہ انہی امثلہ و نظائر سے متعلق گفتگو کی جائے گی۔

فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد ☆ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے

مآخذ و مصادر

۱۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، کراچی، جاوید پریس، ص ۴۳۴۔

۲۔ ابن حاجب، عثمان بن عمر بن ابی بکر: کتاب المختصر منتھی الوصول والامل، مصر، مطبعہ جمالیہ ۱۳۳۶ھ، ص ۲۱۔

۳۔ اسنوی، عبدالرحمٰن بن الحسن، ابھاج نھایۃ السؤل، مصر، مطبعۃ التوفیق الادبیۃ ۱۳۲۰ھ، ص ۷، ج ۱۔

۴۔ بردیسی، محمد زکریا، اصول الفقہ، قاہرہ، دارالثقافۃ للنشر، ۱۹۷۵ء، ص ۲۳۔

۵۔ بہاری، محب اللہ بن عبدالشکور، مسلم الثبوت مع کشف المبہم، کراچی محمد سعید اینڈ سنز، ص ۶

۶۔ زیدان، عبدالکریم، ڈاکٹر، الوجیز فی اصول الفقہ، بیروت، مؤسسہ الرسالہ، ۱۹۸۷ء ص ۸

۷۔ القرآن، سورہ ھود، آیت ۹۱۔

۸۔ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، منہاج الوصول الی علم الاصول، مصر، مکتبہ ازہریہ للتراث، ص ۱۴

۹۔ عباس متولی حمادہ، اصول الفقہ، مصر، مطبعہ دارالتالیف، ۱۹۶۸ء، ص ۱۱۔

۱۰۔ ابن حاجب، عثمان بن عمر بن ابی بکر، کتاب المختصر منتہی الوصول والامل، محولہ بالا، ص ۱۸۔

۱۱۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد، ارشاد الفحول، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۳۷ء ص ۳۔

۱۲۔ زیدان عبدالکریم، ڈاکٹر، الوجیز فی اصول الفقہ، محولہ بالہ، ص ۱۴۔

۱۳۔ خلاف، عبدالوہاب، علم اصول الفقہ، مصر، مطبعہ دارالقلم، ۱۹۵۶ء ص ۱۵۔

۱۴۔ ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کراچی، مکتبہ امدادیہ ۱۳۱۶ھ ص ۱۴۸، ج ۲۔

۱۵۔ ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، محولہ بالہ، ص ۱۴۹، ج ۲۔

۱۶۔ عباس متولی حمادہ، اصول الفقہ، محولہ بالہ، ص ۱۹۔

۱۷۔ محمد یوسف موسیٰ، تاریخ الفقہ الاسلامی، قاہرہ دارالکتاب العربی، ۱۹۵۸ء ص ۲۵۴۔

۱۸۔ ابوزہرہ الشیخ محمد، اصول الفقہ، مصر، دارالفکر العربی، ۱۹۵۷، ص ۱۱۔